شبینہ گل
گرداب
پاک سوسائٹی

اس کے موبائل کی رنگ ٹون کافی لاؤڈ تھی' سو اوپر کمرے کے اندر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے موبائل پر جب کال آئی تو بند دروازے کا لحاظ کیے بنا نیچے تک سنائی دی۔ دھلے فرش پہ وائپر لگاتی عائزہ کے ہاتھ غیر ارادی طور پر تھمے اور یوں ہی بے مقصد اس نے سر اونچا کر کے ٹیرس کی ریلنگ سے نظر آتے اپنے کمرے کے بند دروازے پر نظر ڈالی اور پھر سے وائپر لگانے لگی۔ روبینہ بیگم نے مسالا بھونتے بھونتے پلٹ کر اپنی اکلوتی بہو کے تاثرات جانچے مگر اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ کام چھوڑ کر گئی بھی نہ تھی۔ چند لمحے اس کے بولنے کے انتظار میں گزار کر بالآخر وہ خود بول پڑیں۔

"عائزہ تمہارا فون بج رہا ہے کیا؟" اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"خوب پہچانتی ہیں میری رنگ ٹون.... مگر...." دل میں سوچا' پھر لاپروائی سے بولی۔

"جی امی.... کوئی بات نہیں.... ماما کو فون ہوگا۔ میں فارغ ہو کر ہی بات کروں گی۔" پھر سے شڑپ شڑپ وائپر لگانے لگی مگر اب کے انداز میں عجلت روبینہ بیگم نے واضح نوٹ کی تھی۔ اندر ہی اندر وہ بے چین ہوئی تھی مگر بظاہر پرسکون نظر آنا چاہتی تھی۔ اس لیے اپنے طور پر سکون سے کام نپٹا رہی تھی لیکن پھر بھی وائپر لگانے کی اسپیڈ میں اضطراب نمایاں تھا۔ روبینہ بیگم مسالا بھون رہی تھیں اور پاس کھڑی سائرہ بظاہر انجان اور لاتعلق بنی چاول چن رہی تھی۔ عائزہ کے ذمے صبح کا ناشتا اور شام کی چائے تھی' جبکہ کھانا وہ خود سائرہ کو ساتھ لگا کر بناتی تھیں۔ دونوں وقت کا کھانا ایک ہی بار بنتا تھا۔ صفائی ستھرائی کا کام عائزہ اور سائرہ میں برابر تقسیم تھا۔ سو فیصد فی الوقت' عائزہ اپنی ڈیوٹی نپٹا چکی تھی۔ جھاڑو اور وائپر اسٹور میں مقررہ جگہ پر رکھے' پائپ لپیٹا اور پورچ میں موجود موٹے سے کیل پر لٹکا کر اوپر چل دی۔ سائرہ نے چاول بھگو کر رکھے اور باہر نکل کر اوپر دیکھا۔ عائزہ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ پلٹ کر کچن میں آئی۔ روبینہ بیگم آنچ دھیمی کر کے اب سلاد بنا رہی تھیں۔

"گئیں بھابھی...." دو لفظی فساد۔

"ہونہہ...." روبینہ بیگم نے سر جھٹکا۔

"بس اب ایک گھنٹا تو سمجھو یوں گیا۔" انہوں نے ہاتھ لہرا کر چٹکی بجائی تو سائرہ ہنس دی۔

"ساری مصیبت ان موبائل والوں کی وجہ سے آئی ہے۔ نت نئے پیکج بنا دیے ہیں کہ بس گھنٹا سے کم تو بات ہی نہ ہو۔ اصل غلطی تو شوہروں کی بھی ہے نا۔ ہر وقت فضول گپوں کے لیے بیلنس ڈلوا کر ہی کیوں دیتے ہیں۔ ضرورت کی چیز کو ضرورت تک ہی محدود رکھو۔ نا کہ ہر وقت سسرال کی رپورٹنگ کے لیے استعمال کرو۔" سائرہ استہزائیہ ہنسی ہنستی باہر نکل گئی۔ عائزہ روز ہی اپنی ماما سے گھنٹا پیکج پر بات کرتی تھی اور چونکہ وہ فارغ اوقات میں بات کیا کرتی تھی' اس لیے روبینہ بیگم برملا مخالفت بھی نہیں کر پاتی تھیں۔ ان کا بیٹا اور عائزہ کا شوہر ہادی بھی کافی براڈ مائنڈڈ تھا۔ اس لیے ڈائریکٹ اسے کہنا بھی روبینہ بیگم کو مناسب نہیں لگا کرتا تھا۔ بیٹے کے آگے ویلیو ڈاؤن کرنا انہیں قطعی نامنظور تھا۔

✻ ✻ ✻

بیڈ پر بیٹھتے ہوئے عادتاً" اس نے سائڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھا کر اسکرین روشن کی تو ماتھے پر ہاتھ مار کر رہ گئی۔

"چار مس کالز.... صفیہ آپی.... اف ف...." وہ پھرتی سے بیڈ سے اتری اور چپل پہنے بنا باہر بھاگی۔ روبینہ بیگم اب لاؤنج میں پنکھے تلے بیٹھی پسینہ خشک کر رہی تھیں۔ اسے یوں بھاگم بھاگ آتا دیکھ کر سوالیہ انداز میں بھویں اچکائیں۔

"امی.... صفیہ آپی کی مسڈ کالز تھیں۔ موبائل کمرے میں تھا۔ مجھے پتا ہی نہیں لگا۔"

"اوہو.... تو پاس رکھا کرو نا موبائل کو.... کیا فائدہ کہ بج بج کے بند ہی ہو جائے اور بندے کو پتا بھی نہ چلے۔ اپنی بھابھی سے ہی سیکھو' کیسی اونچی ٹون سیٹ کی ہے کہ پاتال میں بھی سنائی دے جائے۔ اب منہ کیا دیکھ

رہی ہو' جلدی نمبر ملاؤ' ذرا گھڑی دیکھو' ابھی اس کے بچے آجائیں گے تو بات نہیں کرنے دیں گے۔" سائرہ نے جلدی سے نمبر ملا کر فون ماں کو پکڑا دیا۔ وہ کان سے لگا کر دوسری طرف جاتی بیل سنتی بھی بولے جارہی تھیں۔

"دو گھڑی بے چاری سسرال کے جنجال سے وقت نکال کر ماں کو فون ملاتی ہے کہ چلو دکھ سکھ کر لوں تو بس صاحبہ کا موبائل ہی لاوارثوں کی طرح پڑا رہتا ہے۔ ہاں صفیہ کیسی ہو میری بچی۔" بچی نے دوسری طرف سے کال پک کی تو سائرہ کو سکھ کی سانس نصیب ہوئی۔ روبینہ بیگم اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں تو اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر لیا۔

"اب امی اور آپی کا گھنٹا تو لگے گا۔" وہ بڑبڑائی اور اپنا فیورٹ کو کنگ چینل لگا کر صوفے پر دونوں پاؤں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔

٭ ٭ ٭

"جی جی ماما جانی۔۔۔ عماد سو رہا ہے۔ تب ہی تو سکون سے بات کر رہی ہوں۔ ہاں جب آپ کی بیل آئی تھی تب اٹھ گیا تھا۔ میں نے دوبارہ سلایا۔" عائزہ سوا سالہ گلو سے عماد کے سلکی بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں پھیرتی محو گفتگو تھی۔

"اب دیکھو نا بیٹا تم بھی تو ہو۔۔۔ بچہ سوئے تو ماں سے بات کرتی ہو اور ایک یہ تمہاری بھابھی ہے شانزہ۔۔۔ بچہ روتا رہے' بلکتا رہے' اس کی بلا سے۔ یہ ماں سے بات کرتی رہے گی۔ فون بند نہیں کرے گی جب تک پیکج ختم نہ ہو جائے۔ یہ اچھی مصیبت ہے کہ پیسے ضائع ہونے کے ڈر سے بندہ پورا گھنٹا موبائل سے چپکا رہے۔ خواہ کرنے کو کوئی بات ہو یا نہ ہو۔" عائزہ کی ماما اپنی داستان سنا رہی تھیں۔ عائزہ ہنس دی۔ اسی لمحے عماد نے آنکھیں کھول دیں۔ عائزہ کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔ وہ بات کرتے ہوئے اپنے نفاست سے ترشے ناخنوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

"ہائے ماما تو پھر کون دیکھتا ہے شازم اور شایان کو۔ ابھی تو کتنے چھوٹے ہیں دونوں۔" عماد صاحب نے جو دیکھا کہ اماں متوجہ نہیں ہیں تو ریں ریں شروع کر دی۔ عائزہ فوراً اس کی طرف مڑ کر لپٹ گئی اور تھپکنے لگی مگر اب وہ بہلنے والا نہیں تھا۔

"کون دیکھے گا۔ میں کام کاج میں لگی ہوتی ہوں۔ کبھی تو کمرے سے نکال کر میرے سر پہ سوار کر دیتی ہے اور کبھی کمرے میں ہی روتے رہتے ہیں' جب تک کہ وہ فون بند نہ کر دے۔"

"اوہو ماما عماد بھی اٹھ گیا۔ آپ ہولڈ کریں' میں اسے ٹوائز دے دوں۔" اس نے موبائل سائڈ ٹیبل پر رکھا اور کمرے کے کونے میں پڑی ٹوائے باسکٹ لا کر اس کے آگے رکھ دی۔ وہ بہل گیا۔ اس نے پھر فون اٹھا لیا۔

"جی ماما۔۔۔ اب بولیں۔۔۔ کچھ دیر یہ کھیلتا رہے گا۔"

"چلو شکر ہے۔ اب دیکھو نا ایسے اگر بچے کو بہلا لو تو کیا جاتا ہے۔ مگر شانزہ بیگم کو تو صرف ماں کو بہلانا آتا ہے۔ بچے جائیں بھاڑ میں۔۔۔" وہ زیادہ ہی تپی ہوئی تھیں۔ ادھر عماد کو کھلونے نہیں ماں کی توجہ چاہیے تھی۔ دو چار کھلونے نکال نکال کر بیڈ پر رکھے' پھر باسکٹ پرے دھکیل کر رونا شروع ہو گیا۔

"اوہو ماما۔۔۔ ایک منٹ ہولڈ کریں' میں اسے فیڈر بنا دوں' بند نہ کرنا پیکج ہے۔۔۔ او کے۔" وہ پھر سے موبائل رکھ کر فیڈر بنانے لگی۔ فیڈر عماد کو تھما کر فون اٹھایا لیکن عماد نے فیڈر دور پھینک دیا اور گود میں آنے کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

"اب یہ کیوں رو رہا ہے' فیڈر نہیں پیا؟" انہوں نے اکتا کر پوچھا تو وہ بھی جھلا گئی۔

"پتا نہیں ماما۔۔۔ ضدی ہو گیا ہے بہت۔ نہیں بہل رہا کسی بھی طرح۔۔۔"

"تمہاری ساس نند کیا کر رہی ہیں' ذرا دیر انہیں پکڑا دو۔ کم از کم دو گھڑی بات تو سکون سے کرے بندہ۔"

"ساس نند سنبھال لیں تو رونا کس بات کا۔" تنگ آکر اس نے اپنا جیولری باکس اس کے آگے رکھ دیا۔

وہ ذرا سا چپ ہوا۔

"اور دیکھو ذرا اپنی بھابھی کو۔۔۔ اپنی ماں سے ۔۔۔ بات مکمل ہوئی تو کچن میں آگئی ہے۔۔۔ اور ایک تم ہو۔ رگڑ دیا خود کو سسرال میں۔۔۔" عائزہ ضرور خوشی کا اظہار کرتی' اگر عماد ایسا کرنے دیتا۔ وہ پھر رونے لگا تو اس کی ماما آسیہ بیگم بھی جھنجلا گئیں۔

"اچھا تم چھوڑو اسے۔۔۔ یہ تو روتا ہی رہے گا لیکن میری بات رہ جائے گی۔ مجھے تم سے سفیان کی شادی کے بارے میں ڈسکس کرنا تھا۔" انہوں نے اپنے بھانجے کا ذکر کیا تو وہ پرجوش ہو گئی۔ عماد کا رونا دھونا بیک گراؤنڈ میں چلا گیا۔

"اوہ ماما ڈیٹ فکس ہو گئی سفیان بھائی کی۔ ہاں ان کی شادی کے حوالے سے تو مجھے بھی کافی کچھ ڈسکس کرنا تھا ماما۔" وہ عماد کو بیڈ پہ بیٹھا چھوڑ کر کھڑکی کے پاس آکھڑی ہوئی۔ عماد ہنوز بری طرح رو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بچے جڑواں ہیں تو ضدیں اور فرمائشیں بھی جڑواں۔۔۔"

شانزہ بری طرح جھنجلائی ہوئی تھی۔ دو بجنے والے تھے۔ شازمہ اور شایان اسے بری طرح زچ کیے دیے رہے تھے۔ دونوں کو اس کی گود میں آکر جھولا لینا تھا اور باری باندھنے پر ایک بھی راضی نہ تھا۔ محض دو سال کے بچوں کو وہ سمجھاتی بھی تو بھلا کیسے۔ ہنڈیا اس کی ساس آسیہ بیگم نے چڑھالی تھی' اب اس نے روٹیاں پکانی تھیں۔ شہزاد لنچ کے لیے گھر آنے ہی والے تھے اور بچے جونک کی طرح اس سے چمٹے ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ قبل اس نے اسی طرح بچوں کو روتا بلکتا چمٹتا چھوڑ کر روٹیاں بنانی شروع کر دی تھیں۔ پھر روٹیاں پکاتے پکاتے توا ذرا سا ٹیڑھا ہوا۔ اسے سیدھا کرنے کے لیے جوں ہی اس نے صافی سے توے کا ہینڈل پکڑا عین اسی لمحے شایان نے پیچھے سے اس کا ہی بازو کھینچا اور اس کے بازو کے ساتھ توا بھی کھنچتا ہوا نیچے جا پڑا۔ صد شکر کہ شایان پیچھے کو تھا۔ شانزہ بھی اچھل کر پیچھے ہٹی تھی' ورنہ کوئی ایک تو ضرور ہی جل جاتا۔ تب سے ہی شانزہ نے ایسا رسک دوبارہ لینے سے توبہ کر رکھی تھی۔۔۔ مگر اب۔۔۔ اس نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی اور دوسری نظر ساس کے کمرے پر۔۔۔ وہ ہنوز موبائل کان سے لگائے عائزہ نامہ سننے میں محو تھیں۔ وہ مسلسل آدھے گھنٹے سے بچوں کو بہلانے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔

ساس کا قہقہہ اسے کچن میں سنائی دیا تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔ اس نے دونوں بچوں کو ایک ایک تھپڑ رسید کیا اور کچن سے باہر نکال کر کچن کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ بچے روتے بلکتے بالا خر دادی کے سر پہ جا پہنچے جنہوں نے اس افتاد پر ایک خشمگیں نگاہ کچن کے بند دروازے پر ڈالی۔ اندر شانزہ کپڑے میں لپٹا بیلن کھولتی بڑبڑا رہی تھی۔

"حد ہوتی ہے ایک بات کی۔ یہ کوئی ٹائم ہے فون پر گپیں لگانے کا۔ عین کھانے کے ٹائم پہ عائزہ بی بی کی یاد ستاتی ہے ان کو بھی اور ان محترمہ کو بھی لگتا ہے کرنے کو کوئی کام نہیں۔" نہایت پھرتی سے گول گول پیڑے بناتی وہ دل کی بھڑاس نکالتی جا رہی تھی۔

"اپنے ہی بیٹے کی اولادیں ہیں مگر مجال ہے جو کبھی سنبھال لیں۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ بیٹی کے چونچلے اٹھانے کو ہمہ وقت تیار ہیں۔" سارا غصہ چپاتی پہ نکل رہا تھا۔ وہ برق رفتاری سے ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری چپاتی پکا پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھتی جا رہی تھی۔ بچے دادی کے پاس خاموش تھے۔ فون بند ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"دس سال بیتے ان کے بیاہ کو۔۔۔ بچے بڑے ہو رہے ہیں' عمریں ڈھل رہی ہیں لیکن یہ کھلنڈری لڑکی بنی موبائل کان سے لگائے گھنٹا گھنٹا ماں سے باتیں کرتی رہیں گی۔ بچوں کو اسکول بھیج کر شکر کرتی ہیں۔ چھوٹی بہن بھی یہی سب سیکھ کر سسرال جائیں گی' لگتا یہی ہے۔" یہ صفیہ کی ساس تھیں۔ صفیہ کے بچوں کو اسکول سے آئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ احمر

ماں کا فون بند ہونے کے انتظار میں لاؤنج کے صوفے پر ہی جوتوں سمیت سو گیا۔ انفر موقع سے فائدہ اٹھا کر بیٹ بال لیے صحن میں چلا گیا اور ہانیہ ریں ریں کرتی کبھی دادی کا دماغ کھاتی تو کبھی اپنی پھپھو فضا کا۔

صفیہ کی ساس کا پارہ ہائی ہوا تو فضا نے ہانیہ کا ہاتھ پکڑا، بھابھی کے کمرے کا دروازہ بجایا، پھر ہلکا سا دھکیل کر ہانیہ کو اندر دھکیلا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ یہ دھاڑ کی آواز دوسری طرف روبینہ بیگم نے بخوبی سنی تھی۔

☼ ☼ ☼

"لو بھئی پکڑو اپنا موبائل۔۔۔" روبینہ بیگم نے پٹخنے کے انداز میں موبائل اسے دیا تو وہ سوالیہ انداز سے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔ بات نہیں ہوئی صفیہ آپی سے۔۔۔" اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کا والیوم کم کیا۔

"کیا خاک بات ہوتی ایسے ٹائم۔ ذرا دیر میں اس کے بچے آ گئے۔ ساس نند سے برداشت نہیں ہوا۔ دو منٹ بعد ہی وہ فضا صاحبہ بچی کو کمرے میں پٹخ کر دروازہ دھڑ سے بند کر کے چل دیں۔ میری بچی جان مار دے سارا دن اور اس بد حرام سے اتنا نہیں ہوتا کہ ذرا دیر بچوں کو ہی دیکھ لے۔ پھپھو پہ بھی حق ہوتا ہے بچوں کا۔" سائرہ نے ماں کی بات پر نظریں چرا لیں۔ اوپر سے عماد کے رونے کی آوازیں جو آ رہی تھیں۔ روبینہ بیگم جو صوفے کی پشت پہ سر گرائے بیٹھی تھیں، یک دم سیدھی ہو گئیں۔

"لو۔۔۔ اب اسے کیا ہوا، اتنی بری طرح رو رہا ہے۔"

"بھابھی فون پر بات کر رہی ہوں گی نا امی۔۔۔ آپ کے سامنے تو گئی تھیں۔" اس نے ہلکی آواز میں کہا تو انہوں نے آنکھیں پھیلائیں۔

"ارے تو کیا اب تک فون پہ لگی ہے؟ غضب خدا کا۔ ایک تو ان ماں بیٹی کی رازداریاں نہیں ختم ہوتیں۔ خدا جانے روز روز اتنی باتیں کہاں سے آ جاتی ہیں۔ تم

جاؤ عماد کو تو اٹھا لاؤ۔ پھر کہیں گی پھپھو سنبھالتی نہیں۔"
اور سائرہ کو تو گویا بچھو نے ڈنک مارا۔

"میں کوئی نہیں جارہی۔ اتنا زبردست کوکنگ شو ہے' سب بیکنگ آئٹمز سکھائے جارہے ہیں آج اور آپ نے براؤنی کی ریسپی مس کروادی۔" اس نے ٹی وی کی جانب اشارہ کیا تو روبینہ بیگم بھی صوفے سے اٹھ کر ٹی وی کے سامنے والے صوفے پہ آ بیٹھیں۔

"ارے.... پھر تو کیک وغیرہ بھی بنائیں گے۔"

"تو اور کیا...." سائرہ کشن گود میں رکھ کر مزید آرام سے بیٹھ گئی۔ روبینہ بیگم نے ریموٹ اس کے ہاتھ سے لے کر والیوم مزید بڑھایا۔ عماد کے رونے کی آوازیں اب کم سنائی دے رہی تھیں۔ اس کی آواز سننے سے مکر جانا آسان ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ارے فضا.... بچے ذرا مدیحہ کو تو فون ملاؤ۔" ثروت بیگم نے قدرے لجاجت سے بیٹی کو کہا تو وہ جو اسٹڈی میں مصروف تھی کتاب بند کرکے اٹھی۔

"صفیہ کو دیکھو' تین بچوں میں بھی ماں سے بات کرنے کا ٹائم نکال لیتی ہے۔ ایک ہماری مدیحہ ہے۔ ابھی کوئی بچہ بھی نہیں ہے' پھر بھی بات نہیں کرپاتی۔ صفیہ کے ٹھاٹ دیکھتی ہوں تو اپنی مدیحہ کا اداس چہرہ نظروں میں آجاتا ہے۔ کئی کئی دن ہوجاتے ہیں خیریت معلوم کیے۔"

"ابھی کل شام ہی تو آپ کی بات کروائی تھی میں نے مدیحہ بجو سے۔" فضا نے موبائل اسکرین پر انگلیاں پھیرتے ہوئے سرسری انداز میں ماں کو کہا تو انہوں نے ان سنی کردیا اور اس کے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ فضا نے نمبر ملا کر موبائل ماں کو پکڑایا اور اپنی کتابیں اٹھا کر باہر نکل گئی۔

"اب امی اور بجو کے سسرال ناموں میں میری پڑھائی تو ممکن نہیں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی لاؤنج میں آ بیٹھی۔ ڈائننگ ٹیبل پہ صفیہ بھابھی تینوں بچوں کو لیے ہوم ورک کروا رہی تھیں۔ اس لیے ماحول میں امن تھا۔ اس نے سکون سے کتاب کھولی۔ صفیہ نے ایک نظر اپنی نخریلی نند پر ڈالی جو کسی صورت بھی اپنے کمرے کے علاوہ کہیں بھی اسٹڈی نہیں کیا کرتی تھی لیکن وہ ساس کو اس کے کمرے میں جاتا دیکھ چکی تھی۔ اس لیے سمجھ گئی تھی کہ وہ وہاں بیٹھی' مدیحہ سے فون پر بات کررہی ہوں گی۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور بیٹی کی جانب متوجہ ہوئی جو اسے غیر متوجہ دیکھ کر کاپی پر لکیریں پھیرنے لگی تھی۔ اسے ایک ہلکی سی چپت لگا کر وہ ربڑ سے لکیریں مٹانے لگی۔

☼ ☼ ☼

مدیحہ کی شادی کو محض ڈیڑھ برس گزرا تھا۔ اس کے سسرال میں ساس اور شوہر کے علاوہ دو دیور اور ایک طلاق یافتہ نند بھی ہوتی تھی۔ اس کے ساس سسر نے اکلوتی بیٹی کو اس قدر ناز و نعم میں پالا کہ اس کی نازک مزاجی سسرال کی سخت مزاجیاں برداشت نہ کرپائی' یوں وہ سال کے اندر اندر ہی طلاق کا تمغہ لیے گھر آبیٹھی۔ اب اس قابل رحم ٹائٹل کے ساتھ وہ خاندان بھر کی ہمدردیاں اور محبتیں سمیٹا کرتی تھی۔ اس کی نازک مزاجی کسی اور کو اپنے آگے برداشت نہیں کرتی تھی۔ سو مدیحہ کا بھی ہر وقت جینا حرام کیے رکھتی۔ مدیحہ جب بھی ماں سے فون پر بات کرتی تو ثوبیہ ایک کی دس لگا کر ماں کو بھڑکاتی اور یوں ایک فساد برپا ہوجاتا۔ اب بھی یہی ہوا۔ مدیحہ ماں سے گپ شپ کررہی تھی۔ ثوبیہ نے فوراً" کاشفہ بیگم کو اطلاع پہنچائی۔

"روزانہ کا یہی سلسلہ ہے بھئی.... ہماری کون سنتا ہے۔ روزانہ نہ جانے کتنے روپے پیکیج پر برباد ہوتے ہیں۔ ہر وقت یہی دھن سوار رہتی ہے کہ کون سا ایسا پیکیج ہو جس پر لمبی سے لمبی بات ہوسکے۔" کاشفہ بیگم دھلے کپڑوں کو تہ لگاتی بولتی جارہی تھیں۔ پاس ہی

کرسی پر بیٹھی ثوبیہ فروٹ چاٹ کھا رہی تھی۔ ماں کی بات پر فوراً" بولی۔

"ایک ہم ہیں کہ بس ضرورت کے لیے موبائل رکھا ہوا ہے۔ بھائی صاحب کو کبھی دھیان نہیں آیا کہ بہن کے موبائل میں بھی بیلنس ڈلوا دیں۔ بیوی کو ہر روز بیلنس بھجوایا جاتا ہے۔" مبالغہ آرائی کی حد ہے۔

"ہمیں تو پہلے کام کاج کی فکر ہوتی ہے۔ ضرورت کی بات کی اور بس۔۔۔" بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتی وہ نخوت سے کہہ رہی تھی۔

"آئے نا آج کاشان۔۔۔ دیکھنا کیسی خبر لیتی ہوں۔ اس مہارانی کا بیلنس بند کرواتی ہوں آج تو۔۔۔"

"جیسے وہ تو مان ہی جائے گا نا۔ آپ بھی نا بہت بھولی ہیں امی۔" ثوبیہ نے ناک چڑھائی اور خالی پیالہ وہیں سینٹر ٹیبل پر رکھ کر بیڈ پر چڑھ کے لیٹ گئی۔ کاشفہ بیگم نے آخری سوٹ تہہ لگا کر بیڈ پر گویا پٹخا اور اٹھیں۔

"پچھلے ہفتے کا بھول گئیں تم؟ جب اس نے سارا دن موبائل پہ باتیں کرتے گزارا تھا، تو میں نے کاشان سے کہہ کر اس کا بیلنس بند کروایا تھا نا۔ پھر جب تک اس نے ناک نہیں رگڑی تھی کاشان نے بھی بیلنس نہیں ڈلوایا تھا۔" انہوں نے فخریہ انداز میں اپنا کارنامہ دہرایا تو ثوبیہ قہقہہ مار کر ہنس دی۔

"ہاں امی۔۔۔ یہ بات تو ہے کہ کاشان آپ کی بہت مانتا ہے۔"

"اللہ اسے خوش رکھے، سلامت رکھے۔" کاشفہ بیگم نے دل سے اسے دعا دی، اس ناانصافی بھری فرماں برداری کے عوض۔ سینٹر ٹیبل پر پڑا ثوبیہ کا مہنگا اسمارٹ فون تھرتھرایا اور ایک مدھر سی رنگ ٹون کمرے میں گونجی۔ اس نے اٹھ کر ہاتھ بڑھایا۔ موبائل اسکرین پر نگاہ ڈالتے ہی وہ کھل کر مسکرائی۔ "مسعدیہ کالنگ۔۔۔" کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ کاشفہ بیگم تہہ کیے کپڑے وارڈروب میں رکھ کر مڑیں تو ثوبیہ اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔ انہوں نے ایک سرد آہ بھری۔

"ثوبیہ باجی بھی تو موبائل پیکج پر گھنٹوں بات کرتی ہیں۔ پھر مجھ پر اعتراض کیوں؟" ان کی سماعتوں میں کچھ عرصہ پرانی آوازیں گونجی تھیں۔ یہ ان کی بہو مدیحہ کی آواز تھی۔ جس کے جواب میں کاشان نے ملین ڈالر جواب دیا تھا۔

"وہ دکھی ہے، اس کا گھر اجڑا ہے۔ سہیلیوں میں خود کو بہلائے رکھے تو اس کے لیے اچھا ہے۔ اس کا ہے ہی کون۔ وہ یہ سب بھی نہ کرے تو پھر کرے کیا اور ویسے بھی۔۔۔ تم بہو ہو، وہ بیٹی ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ اس کے معاملات میں بولنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔" ان کے فرماں بردار بیٹے نے بیوی کی نم آنکھوں سے نظریں چرا کر جواب دیا تھا اور وہ سرخرو ہوگئی تھیں۔ ثوبیہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ مدیحہ کے کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ چائے ثوبیہ بناتی تھی مگر وہ مصروف تھی۔

"ذرا خیال نہیں مدیحہ بیگم کو کہ چائے کا ٹائم ہو چلا ہے۔ پیکج کا گھنٹا جو پورا نہیں ہوا۔" کاشفہ بیگم نے تنفر سے سوچا اور اپنے بیڈ پر لیٹ گئیں۔

☼ ☼ ☼

گریبان سب کے کھلے ہوتے ہیں اور قریب تر بھی لیکن اپنے گریبان میں جھانک کر تعفن برداشت کرنے کی ہمت کسی کسی میں ہی ہوتی ہے۔ کسی نے سچ ہی تو کہا ہے کہ۔۔۔

"یہاں انسان اپنے دکھ سے اتنا دکھی نہیں جتنا دوسروں کے سکھ سے دکھی ہے۔ آج کی عورت اپنے کچن کے چولہے میں آگ بعد میں جلاتی ہے، دوسروں کے دلوں میں پہلے بھڑکاتی ہے۔ یہ ہر گھر کی کہانی ہے۔"

☼ ☼